© rasailojaraid.com

حافظ راشدالحق حقانی

ذوق پرواز

قسط (۶)

سفرنامہ یورپ

وہ مشت خاک ہوں، فیض پریشانی سے صحرا ہوں
نہ پوچھو میری وسعت کی، زمین سے آسماں تک ہوں

میں صبح دس بجے انڈرگراؤنڈ کے آخری اسٹیشن پر پہنچا۔ جہاں پر بس سٹینڈ تھا۔ میں نے ٹکٹ لیا، رات کو دس بجے پیرس سے لنڈن کے لئے روانہ ہونا تھا۔ سٹیشن سے واپسی کے بعد اب میرے پاس تقریباً ۵، ۶ گھنٹے تھے جس میں میں نے باقی پیرس کے مشہور مقامات دیکھے۔ مثلاً "نوٹرے ڈیم" کا تاریخی چرچ اور کئی دیگر تاریخی جگہوں پر حاضری دے کر اپنے ہوٹل واپس پہنچا۔ تقریباً تھوڑے دنوں میں ہی میں نے پیرس شہر کو "سر" کرلیا۔ اگر چہ اس "نگارخانہ عالم" میں بہت کچھ دیکھنے کے قابل تھا خصوصاً اس کا تاریخی ڈزنی لینڈ، لیکن تنہائی و بے زبانی اور سم وراہ نہ ہونے کی وجہ سے اور دیگر "اعذار" کی بناء پر میں نے عروس البلاد کو الوداع کہہ ہی دیا۔

ہم بھرے شہروں میں تنہا ہیں نجانے کس طرح
لوگ ویرانوں میں کرلیتے ہیں پیدا آشنا

اور ویسے بھی ایک جہاں گرد اور آوارہ گرد اور "بندہ صحرائی" کیلئے بھلا پیرس کا سحرفسوں، حسن وجمال، دلفریب مناظر، روشنیاں اور دلکشی وغیرہ کہاں پاؤں کی بیڑیاں بن سکتی تھیں۔۔ اتنا بڑا فرانس، وسیع وعریض شہر پیرس اور صرف چار دن کا قیام یقیناً قارئین میرے متعلق سوچیں گے۔ کہ

ع دیوانہ گر نہیں ہے تو ہوشیار بھی نہیں

رات کو میں اپنے وقت سے کافی پہلے سٹیشن پہنچ گیا۔ کیونکہ اندھیرا چھانے والا تھا اور عروس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

البلاد پیرس میں غنڈوں ، بدمعاشوں کا " راج " شروع ہونے والا تھا ۔ میں سٹیشن پہنچ کر اپنا بس نمبر اور پلیٹ فارم ڈھونڈنے لگا ۔ بالآخر اپنے "بار گراں " سمیت مطلوبہ مقام پر پہنچ گیا ۔ جب نگاہ اٹھائی تو ان گنت راستوں کے مسافر اور اجنبی اپنے اپنے ٹھکانوں کو جانے کے لئے شہر پیرس کی اس " شاخ " (سٹیشن) سے اڑنے کیلئے جمع ہوگئے تھے ۔ اور تھوڑی دیر بعد یہ اجنبی " پرندے " مختلف سمتوں میں اڑتے چلے جارہے تھے یہاں ایک عجیب منظر تھا کوئی آرہا تھا اور کوئی جارہا تھا ، خوشی اور مسرت اور وصال کے ساتھ ساتھ ہجروفراق کے دلدوز مناظر بھی تھے ۔ کوئی رورہا تھا اور کوئی ہنس رہا تھا ۔ جدائی اور ملن کا یہ کھیل تو روز اول ہی سے جاری ہے ۔ اس معمورۂ دنیا میں ہر کوئی مسافر اور پابہ رکاب ہے ۔ اور صبح حشر تک دھوپ چھاؤں کا یہ سفر رواں دواں ہوگا ۔ اپنا دل بھی اپنوں سے دوری یادوطن اور پردیس کی " "ٹھوکروں " سے بھرآیا ۔ بس سٹیشن میں ایک ایشین شخص پر نظر پڑی ۔ بڑے میاں کے پاس جاکر سلام کیا ۔ اور ان سے بس کے جانے کا وقت دریافت کیا ۔ اس کے بعد تو یہ آدمی میرے ساتھ سائے کی طرح لگ گیا ۔ آخر رات دس بجے بس روانہ ہوئی سب کے پاسپورٹس وغیرہ چیک کئے گئے ۔ جب میں بس پر چڑھنے لگا تو کنڈیکٹر نے بورڈنگ کارڈ طلب کیا ۔ میں بورڈنگ کارڈ کا سن کر حیران رہ گیا کہ ہوائی جہاز کی طرح بس میں بھی بورڈنگ کارڈ کی ضرورت پڑتی ہے ۔ بہرحال بورڈنگ کارڈ حاصل کرلیا ۔ آخرکار بس نے پیرس کی شاہراؤں پر دوڑنا شروع کیا ۔ ہر چیز پیچھے کی طرف ہم سے رہتی چلی گئی ۔ جاتے جاتے میں نے شہر پیرس پر ایک الوداعی طاہرانہ نظر ڈالی ۔ کہ معلوم نہیں پھر کب اس " خرابے " میں سے اپنا گزر ہوگا ۔ پیرس علم وادب ، فن وثقافت کا شہر ہے ۔ کئی عرصہ سے جناب ڈاکٹر حمیداللہ صاحب مدظلہ کے مضامین "الحق " اور دیگر رسالوں میں پڑھتا رہا ۔ دل میں خواہش تھی کہ آپ جیسی علمی شخصیت سے پیرس میں ملاقات ہو ۔ لیکن معلوم نہیں ہوسکا کہ ان دنوں آپ کہاں پر ہیں ؟ اور دل میں صرف حسرت ہی رہ گئی ۔ بڑے میاں کی سیٹ بھی میرے ساتھ ہی تھی ۔ یہ دراصل پاکستانی تھے ، برٹش پاسپورٹ ہولڈر تھے ، سعودی عرب سے انگلینڈ جارہے تھے ۔ انہوں نے پوری دنیا کی خاک چھانی تھی ۔ سارے راستے مجھے اپنے معلومات سے "نوازتے " رہے ۔ پورے یورپ کا جغرافیہ ، ملکوں کی تعداد ، یورپین اقوام کی تاریخ اور نجانے کیا کیا اسکے متعلق مجھے سناتے رہے اور میں " جبراً اور طوعاً وکرہاً "سنتا رہا ۔ میں نے مجبوراً بڑے ہونے کے ناطے " سر تسلیم خم " کیا تھا ۔ اوران کی ہر بات پر سرہلاتا رہا ، چند لمحوں بعد یہ محترم سوگئے اور تھوڑی دیر بعد بس ان کے خراٹوں سے " لرز " اٹھی اور یہ آواز آہستہ آہستہ گونج کی صورت اختیار کرتی گئی ۔ بس کے لوگ حیران وپریشان اس آفت ناگہانی پر ....

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۔ یہ لوگ تو دوسروں کے آرام کا بہت خیال رکھتے ہیں ۔ اب لوگوں نے مجھے اس بڑے میاں کا " وارث " سمجھ کر گھورنا شروع کیا ۔ کہ شاید یہ کچھ اپنے بزرگ کو سمجھائیں ۔ میں نے ہرچند بہت کوشش کی لیکن یہ باز نہیں آئے ۔ میرا ہر " تازیانہ " بے سود رہا ۔ آواز مزید آہستہ آہستہ تیز سے تیز تر ہوتی گئی ۔ اور " ناقوس وجرس " کی " فریاد " کا سلسلہ بڑھتا چلا گیا ۔ میں ادھر شرم کے ہاتھوں پانی پانی ہورہا تھا ۔ نجانے لوگ میرے بارے میں کیا سوچ رہے ہونگے ؟ آخر رات کو ۲ بجے بس پٹرول پمپ میں ریفرشمنٹ کے لئے رکی تو چند لڑکے میرے پاس اس بڑے میاں کی شکایت کرنے کے لئے آگئے ۔ کہ تم اپنے بڑے کو سمجھاؤ کہ یہ " ظلم و ستم " کا باب بند کردیں ۔ میں نے ان پر اپنی پوزیشن واضح کی کہ میں خود " ناکردہ گناہ " کی سزا بھگت رہا ہوں اور میں نے ان سے اپنی " برآت " کا اعلان کردیا کہ میرا ان سے کوئی واسطہ نہیں ۔ اگر آپ لوگ اس کو سمجھا سکتے ہیں تو یہ مجھ پر بھی احسان ہوگا ۔ وہ لوگ بہت ہنسے اور پوری بس کو اصل صورتحال بتائی ۔ اور یوں اپنی اس قطع تعلقی کی بناء پر سرخروئی میرے حصے میں آئی ۔ بس تقریباً چار گھنٹے فرانس کے حدود میں چلتی رہی ۔ باہر اندھیرا تھا لیکن بہرحال یورپ کی روایتی ہریالی وشادابی کچھ کچھ نظر آرہی تھی ۔ ہمارا یہ سفر اونگھتے ، جاگتے کسی نہ کسی طرح کٹ گیا ۔ اور بس بندرگاہ میں داخل ہوئی ۔ فرینچ ایمگریشن عملہ نے نہایت خوش اخلاقی سے مسافروں کے پاسپورٹ بس کے اندر ہی چیک کیے ۔ اب فرانس کی سرزمین (منزل) کو چھوڑ کر میرے سامنے ایک نئی منزل مجھے اپنی آغوش میں لینے کیلئے بے قرار تھی ۔

ع صد بیاباں بگذشت ودیگرے در پیش

اب میرا باقی سفر سمندر کے تلاطم خیز موجوں کے سینے پر تھا ۔ میں نے انگلستان جانے کے لئے ٹرین اور ہوائی جہاز کی بجائے سمندری جہاز کو ترجیح دی ۔ کہ " برکو مسخر " کرلینے کے بعد اب بحر میں بھی کچھ " طبع آزمائی " کی جائے ۔

دشت تو دشت تھے دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

یہ سفر میری زندگی کے یادگار سفروں میں سے تھا ۔ جس کا ایک ایک پل اور ایک ایک لمحہ میرے لئے یادگار ہے ۔ سمندری جہاز ایک بارونق شہر کا منظر پیش کررہا تھا ۔ رنگ ونور کی کہکشاں جیسے سیاہ سمندر میں اتر آئی ہو ۔ ایک گھنٹہ انتظار کے بعد بس سمندری جہاز میں داخل ہوگئی ۔ بحری " بیڑہ " کے نچلے حصہ میں گاڑیوں ، موٹرکاروں اور ٹرکوں کا ایک " بیڑہ " کھڑا تھا ۔ اسطرح کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سمندری جہازوں کے بارے میں بہت کچھ سنا تھا لیکن پہلی مرتبہ مشاہدہ ہوا۔ ہماری بس بھی جہاز کے اندر رکی اور سیڑھیوں کے راستے اوپر ریسٹورنٹ میں ہم لوگ داخل ہوگئے۔ تھوڑی دیر میں میں نے جہاز کا اکثر حصہ دیکھ لیا اور پھر جہاز کے عرشہ پر پہنچ گیا۔ رات کے دو بج رہے تھے۔ ہر جانب اندھیرا ہی اندھیرا تھا، بڑی بڑی سیاہ لہریں سمندر میں اچھل رہی تھیں۔ اور

" اوکظلمات فی بحرلجّی یغشه موج من فوقه موج من فوقه سحاب ۔ ظلمات بعضهافوق بعض " (الآیه ۔ النور) کی پوری تفسیر آنکھوں کے سامنے آگئی۔

ہمارا جہاز انگلش چینل میں منزل کی جانب رواں دواں تھا۔ میں جہاز کے عرشے پر اس سوچ میں "غرق" تھا کہ اسی انگلستان کے باسیوں نے ۲۰۰ برس قبل اپنے بحری جہاز تاجروں کے روپ میں برصغیر کے ساحلوں پر لنگرانداز کئے تھے۔ اور اپنے مکروفریب، دھوکہ، فراڈ، جعلسازی، وعدہ خلافی، منافقت، کذب بیانی، ظلم وجبر کی بنیاد پر مسلمانوں کی سادہ لوحی اور غفلت، لاپرواہی کی بناء پر یہ برصغیر کے مالک بن بیٹھے تھے۔ آج جمہوریت کے بڑے "علمبردار" اور "آزادی کے معلّم" نے ماضی میں مسلم دنیا کی ساتھ عموماً اور بالخصوص برصغیر کے مسلمانوں کے ساتھ کونسا ایسا ناروا سلوک نہیں کیا؟ خلافت عثمانیہ کو ختم کر ڈالا۔ برصغیر کو کنگال کیا۔ مسلمانوں اور ہندوؤں کا بے دریغ قتل عام کیا۔ اپنے وطن کی آزادی کے متوالوں کو غداری کا لقب دے کر توپوں سے باندھ کر اڑادیا۔ ۱۸۵۷ء کے عظیم جہاد میں ہزاروں علماء اور مسلمانوں کو درختوں کے ساتھ لٹکادیا گیا۔ اور آزادی کی ہر تحریک ظلم و جبر کے ساتھ دبادی گئی۔ علماء اور رہنماؤں کو مدتوں تک پابند سلاسل کیا گیا۔ خصوصاً مسلمانوں کو توہر لحاظ سے تباہ کیا گیا۔ اور یہ گورے جاتے جاتے پاکستان اور ہندوستان کے درمیان وہ زہریلا بیج بو گئے اور اتنی طویل منصوبہ بندی کرگئے کہ آئندہ پانچ سو برس تک بھی پاکستان اور ہندوستان اپنے پاؤں پر کھڑے نہ ہوسکیں۔ میرے لئے "ذوق پرواز" کے اس چھوٹے سے سلسلے میں انگلستان کے مظالم اور مسلمانوں کی مظلومیت بیان کرنا ممکن نہیں۔ مجبوراً اپنے قلم کی بھاگ تاریخ کی شاہراہ سے موڑ کر پھر اسی "جادہ و راہ" پر ڈالتا ہوں۔ ان "اوراق پریشان" کے دوران میں کہیں کہیں میں دانستہ یا نادانستہ طورپر تاریخ کے "کھنڈرات" میں اتر گیا ہوں۔ اس بے جا طوالت پر میں معذرت خواہ ہوں۔ لیکن کیا کروں کہ کوئی بھی انسان اپنے ماضی اور تاریخ سے لاتعلق رہ نہیں سکتا۔ ع بنتی نہیں ہے بادۂ وساغر کہے بغیر

میں انہی سوچوں میں ڈوبا ہوا تھا کہ اتنے میں دیگر سیاح "اکل وشرب" کر کے اوپر جہاز کے عرشے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پر" جلوہ افروز" ہوئے ۔ اور انہوں نے زور زور سے باتیں کرنا شروع کیں ۔ تو خاموشی کا سکوت ٹوٹا ، سمندر کے شور کے ساتھ ساتھ اب لوگوں کی آوازیں بھی شامل ہوگئیں ۔ یہ" آمیزش شور وصدا " اپنے من کو کچھ نہ بھائی ، لہذا میں نیچے ریسٹورنٹ میں چلا آیا ۔ کافی پی ، اوراپنے" یخ بستہ دل وجان" میں حرارت وگرمی پیدا کی ۔تاکہ قلب وجگر کے" آتش کدوں" کے کوئلے کہیں ٹھنڈے نہ پڑجائیں کافی پینے سے یوں لگتا تھا کہ جیسے جسم کے اندر بھی کچھ اوڑھ لیا ہے ۔ یورپ میں میں نے کافی کے "جاموں" سے سردی کا خوب مقابلہ کیا۔ اور بالآخر شکست ومات سردی کے حصے میں ہی آئی ۔ باہر سخت سرد ہوائیں چل رہیں تھیں لیکن مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں تھی ۔ کیونکہ مجھے "باد مخالف" اور طوفانی ہواؤں کا سامنا کرنے کا کافی ریاض ہے ۔

؎ چل اے ہوائے زمستانی، چل اور زور سے چل تو سرد مہریئے احباب سے زیادہ نہیں

میں جہاز کی خوبصورتی اور اس" رنگارنگ نگارخانے" کے انتظام وانصرام کو دیکھ کر حیران رہ گیا لیکن میری نظریں تو کسی پرانے بوسیدہ ، بادبانوں کی تلاش میں تھیں ۔اب وہ پرانے بوسیدہ اور خستہ بادبان کہاں ہیں ؟ آج ان بحری قزاقوں کے لوٹ مار کا خوف اورہر وقت برق وباراں اور طوفانوں کا ڈر بھی نہیں تھا ۔ دیکھئے زمانے نے کتنی تیزی سے کروٹ بدلی ہے ۔ نجانے اس سمندر کی تہہ میں کتنے جہازوں اور انسانوں کے ڈھانچے اور کتنے خزانے گل سڑ گئے ہونگے ۔ بہرحال موج در موج کا یہ سفر جاری تھا ۔ ہمارے جہاز میں ہر ملک اور ہر نوع کے سیاح موجود تھے ، لیکن ان میں جرمن زیادہ تھے کیونکہ ان دنوں انگلینڈ میں یورپ کے فٹ بال میچ کا فائنل ہورہاتھا ۔ جس میں جرمنی انگلینڈ کا مدمقابل تھا ۔ اس میچ کو دیکھنے کے لئے پورے یورپ سے لوگ جوق درجوق شرکت کرنے جارہے تھے ۔ تھوڑی دیر بعد صبح کی سفیدی پھوٹنے والی تھی اور آسمان پر سے رات کی اجارہ داری ختم ہونے کا گویا اعلان ہورہا تھا اور اس کے بعد کا "راج" " خورشید تاباں " کے حوالے تھا ۔ آسمان پر آبی ، پرندے ٹولیوں کی صورت میں " آوارہ گردی" کی مشق کررہے تھے ۔ دیکھئے " ذوق پرواز" کے جوش میں یہ" وارفتگان شوق " بھی منہ اندھیرے ہی" ہوا پیمائی" کرنے کیلئے گھروں سے نکل آئے تھے ۔ اصل میں آج انسان کی تمام تر فضائی قوت کے پیچھے یہی پرندے کارفرماں ہیں ۔ یہی ہمارے پہلے " معلمین پرواز" ہیں ۔ ۱۷۸۳ء میں غبارے کی پہلی سادہ اڑان نے آج انسان کو چاند ستاروں سے بھی آگے پہنچا دیا ہے ۔ اور آج حضرت انسان خلا میں رصدگاہیں قائم کررہا ہے اور چاندستاروں پر کمند ڈالنے کے بعد اب اگلی منزلوں کی تلاش میں سرگرداں ہے ۔ لیکن بقول کیفی مرحوم

؎ جس قدر تسخیر خورشید وقمر ہوتی گئی زندگی تاریک سے تاریک تر ہوتی گئی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یورپ کی اس فضاء میں ہر طرح اور ہر قسم کے پرندے اڑ رہے تھے لیکن مجھے اقبالؒ کا شاہین یورپ کی کسی بھی فضاء میں نہیں ملا، اور نہ مل سکتا ہے۔ بھلا یورپ کی اس فضاء میں شاہینوں کا کیا کام؟

نہیں تیرا نشیمن قصر سلطانی کے گنبد پر تو شاہین ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں میں

اس لئے کہ یہ شاہینوں کا دیس نہیں بلکہ "کرگسوں" کا وطن ہے۔ اسلئے ہی دانائے راز نے یورپ کے دانشوروں کے متعلق کہا تھا کہ ع یورپ کے کرگسوں کو نہیں ہے ابھی خبر؟

ہمارا جہاز ساحل کے قریب پہنچ گیا، دور سے بندرگاہ کی لائٹیں نظر آرہیں تھیں۔ "یونین جیک" (پرچم) ماضی کی "مرحوم" سپرطاقت گریٹ برٹن کے "مزار" پر لہرا رہا تھا۔ ہم سب لوگ اپنی اپنی بسوں میں بیٹھ گئے اور تھوڑی دیر میں بس جہاز سے نکل کر انگلینڈ کی سرزمین میں داخل ہوگئی۔ بس تھوڑی دیر چلنے کے بعد ایک جگہ رک گئی اور سارے مسافر ایمگریشن کے ہال میں لائنوں میں لگ گئے۔ جن لوگوں کے ساتھ برٹش پاسپورٹ تھے ان لوگوں کا تو ایک ہی جست میں "قصہ تمام" ہوگیا ہم جیسے "خانہ بدوشوں" "بیگانوں" اور "فقیروں" کے لئے البتہ کچھ اور مراحل تھے۔ یورپین ممالک کے لوگ اپنا پاسپورٹ اور شناختی کارڈ اور تھوڑی سی بات چیت کے بعد دوسری جانب نکل رہے تھے۔ میری باری آئی میرا پاسپورٹ چیک کیا اس پر انگلینڈ کا چھ ماہ کا ویزہ تھا اور انگلینڈ میں اس سے پہلے بھی داخل ہونے کی مہر تھی، مجھ سے دوبارہ آنے کا مقصد پوچھا۔ میں نے ان سے کہا

؎ بنا کر فقیروں کا ہم بھیس غالب تماشائے "اہل کرم" دیکھتے ہیں

یہ کہتے ہی پلک جھپکتے میں دوسری جانب نکل آیا۔ بس "ڈاور" بندرگاہ سے دو گھنٹوں میں لنڈن پہنچ گئی۔

لنڈن شہر کے حالات:۔

لنڈن جسے یورپ کا ڈرائینگ روم کہا جاتا ہے اور واقعی یہ ایسا ہی ہے۔ اس میں بہت تاریخی میوزیمز اور پرانے نوادرات ہیں۔ لنڈن کشادہ شہر نہیں بلکہ گنجان ہے۔ اور نہ ہی اس میں بڑی بڑی بلڈنگیں ہیں۔ لنڈن میں اکثر عمارتیں پرانی طرز و تعمیر کی بنی ہوئی ہیں۔ اور ہر بلڈنگ کم سے کم دوڈھائی سو سال پرانی ہے۔ شہر لنڈن میں صدیوں تک اقوام و ملل کی تقدیریں بنتی اور بگڑتی رہی ہیں۔ برصغیر کی تاریخ و جغرافیہ بگاڑنے میں اس شہر کا کافی عمل دخل رہا ہے۔ لنڈن شہر میں پیرس کی طرح ہریالی و سبزہ نہیں ہے اور اس کی "زلف" میں وہ "خم" نہیں جو کہ "کاکل" پیرس کا خاصہ تھا، پھر بھی سیاحوں کے لشکر اس شہر میں ہر وقت اترتے رہتے ہیں۔ اور یہ شہر ہر وقت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"ہنگاموں" اور "زم زموں" سے آباد رہتا ہے۔ میں لنڈن کی مثال اکثر "چڑیا گھر" سے دیتا ہوں۔ جس میں ہر طرح کی رنگارنگ مختلف مخلوقات رہتی ہیں۔ "گوروں کے دیس" میں کالے، گندمی، بھورے ہر نوع وجنس کے انسان رہتے ہیں۔ نجانے کیوں پوری دنیا سے یہاں لوگ کھچ کھچ کے چلے آتے ہیں۔ اور وہ کونسی خاص بات ہے جو یہاں انکو رہنے پر مجبور کرتی ہے۔ انگریز قوم غیر ملکیوں کا یہ "سیلاب بلا" روکنے کی ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں لیکن یہ "ٹڈی دل" کا طوفان ان سے کہاں رکتا ہے۔ شاید یہ مکافات عمل کا حصہ ہے کل یہ انگریز مختلف بھیسوں میں قابض ہوگئے تھے آج ردعمل کے طور پر انگریزوں سے پرانا "حساب" چکانے کے لئے دنیا جہاں کے لوگوں نے یہاں ڈھیرے ڈال دیئے ہیں۔

سے

کہیں نہ جائیں گے تا حشر تیرے کوچے سے
کہ پاؤں توڑ کے بیٹھے ہیں پائے بند ترے

لنڈن کے چند تاریخی وتفریحی مقامات:۔

ہائیڈ پارک لنڈن کا سب سے بڑا باغیچہ ہے اور اس کے کئی دروازے ہیں۔ یہاں ایک ماربل آرچ کا دروازہ بڑا خوبصورت وقیمتی ہے۔ اس کو شاہ جارج چہارم نے اس زمانے میں ۹۰ ہزار پاؤنڈ خرچ کر کے بکنگھم کے لئے بنایا تھا بعد میں اس کو یہاں پر نصب کیا گیا تھا۔ یہ بہت وسیع وعریض پارک ہے پورے پارک کو سر کرنا آسان نہیں۔ اس کے درمیان ایک خوبصورت جھیل بھی ہے جس میں سینکڑوں بطخیں تیرتی رہتی ہیں، اور بڑے بڑے خوبصورت فوارے نصب ہیں۔ اس پارک کی خصوصیت یہاں کی (سپیکر کارنر) گیلری ہے۔ اس جگہ آپ کے دل میں جو بھی آئے اور جس کے بارے میں آئے آپ تقریر کر کے جی کا بوجھ کم کر سکتے ہیں۔ لیکن کوئین (ملکہ) کے خلاف کچھ نہیں بول سکتے۔ کیونکہ وہ "مقدس ماآب" ہیں۔ یہ ہے انگلستان کی جمہوریت اور یہاں کی آزادی. . . . ۔ اس پارک میں لنڈن کی ۱۸۵۱ء کی سب سے بڑی نمائش بھی منعقد ہوئی۔ اس کے بعد پیرس میں بھی ۱۹۰۰ء میں ایک عالمگیر نمائش منعقد ہوئی۔ جس کی تفصیلات محبوب عالمؒ صاحب ایڈیٹر "پیسہ اخبار" نے نہایت تفصیل کے ساتھ لکھے ہیں۔

سینٹ پال کا تاریخی گرجا:۔

لنڈن کے بیچوں بیچ تاریخی اور مذہبی حیثیت کا سب سے بڑا گرجا ہے۔ چوتھی صدی مسیحی سے متعدد بار اسی جگہ پر بنتا چلا آرہا ہے۔ (سر کریسٹو فرن) نے ۱۶۷۵ء میں اس کی تعمیر شروع کی اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱۷۱۰ء میں یہ مکمل ہوا ۔ یہ عمارت (۵۱۰) فٹ لمبی اور (۲۸۲) چوڑی ہے ۔ اس گرجے میں جنوبی مینار پر پانچ من وزنی گھنٹہ نصب ہے ۔ جو کہ انگلستان میں سب سے بڑا گھنٹہ ہے ۔ اس عمارت میں کئی قومی ہیروز کی یادگاریں اور تصاویر نصب ہیں ۔ اس گرجے کو انگریزوں نے بہت محنت سے بنایا ہے ۔ اور ہر طرح سے کوشش کی ہے کہ اس کو ایک شہکار بلڈنگ بنائیں ۔ میں نے چرچ کے مختلف حصے دیکھے ۔ کئی ہزار سیاح اس کے مختلف حصوں میں چہل قدمی کر رہے تھے ۔ اور صرف چند لوگ عبادت میں مصروف تھے ...... ۔

ٹاور آف لنڈن :-

دریائے ٹیمز کے کنارے آباد اس تاریخی قلعہ نے مختلف ادوار دیکھے اور مختلف حیثیتوں سے تقریباً ایک ہزار سال سے دنیا کے سامنے چلا آرہا ہے ۔ یہ قلعہ محلات میں کبھی تبدیل ہوا ، اور مختلف شاہوں کا مسکن رہا ۔ اور کبھی جیل خانے میں تبدیل ہوا ۔ اور کبھی اس نے مقتل گاہ کی صورت اختیار کی ۔ آجکل یہ میوزیم "عبرت گاہ" کا کام دے رہا ہے ۔ سب سے پہلے اس کو " ولیم فاتح انگلستان " نے قلعہ کے طور پر تعمیر کیا ، اس محل میں کئی شاہوں ، شہزادوں کا قتل عام بھی ہوا ہے ۔ ملکہ " الزبتھ ٹیلر " بھی یہیں قید رہیں ، اور " سر والیٹر " بھی یہیں قید رہے ۔ اور بدنام زمانہ " بلڈی ٹاور " بھی یہاں واقع ہے ۔ " شاہ ایڈورڈ چہارم " کے بچے بھی یہیں قتل کئے گئے ۔ یہاں پر ایک تاریخی اسلحہ میوزیم بھی ہے ۔ جس میں سینکڑوں سال پرانا سامان حرب پڑا ہوا ہے ۔ اس قلعہ میں شاہی جواہرات بھی ہیں ۔ اور برصغیر سے چوری کردہ مہاراجہ رنجیت سنگھ اور اس کے بعد کئی دوسرے شاہوں کے تصرف میں رہا ۔ کوہ نور ہیرہ بھی یہاں پر پڑا ہوا ہے ۔ اس کے دیکھنے کے لئے بڑی لمبی لائن لگی ہوئی تھی ، اور باقاعدہ اس کا ٹکٹ بھی تھا ۔ میں نے بھی اپنی " متاع گمشدہ " کو دیکھنے کیلئے اس کا نظارہ کیا ۔ اس " چوری " کے مال کی حفاظت کے لئے " چوروں " نے کافی سخت سیکورٹی کا انتظام کیا ہوا ہے ۔ یہاں پر انگلستان کے صدیوں پرانے روایات اور خاص وضع اور خصوصی " گنبد نما " ٹوپی والے سپاہی جو بے ساکت بتوں کے مانند کھڑے نظر آتے ہیں ۔ اور بچے اور سیاح ان " بت نما " انسانوں کے ساتھ تصاویر اتارتے ہیں ۔ یہاں پر کافی دیر گزارنے کے بعد اب میں دریائے (ٹیمز) پر بنے ہوئے لندن برج پر پہنچا ۔ جو کہ ایک تاریخی اور خوبصورت شہکار پل ہے ۔ اور ہزاروں برس سے اسی جگہ پر بنتا چلا آرہا ہے ۔ سترھویں صدی میں لنڈن میں صرف یہی ایک پل تھا ۔ ۱۸۸۶ء میں اس کو کافی مضبوط تعمیر کیا گیا اور یہ سلسلہ ۱۸۹۴ء تک جاری رہا ۔ بعد میں اسکی تعمیر کیلئے یہ امریکہ کے ہاتھ فروخت کیا گیا ۔ اس کی موجودہ تعمیر ۱۹۶۷ء سے لیکر ۱۹۷۳ء تک کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گئی ۔ اس کا ڈیزائن (JOHN RENNIE) نے بنایا ۔ اسکی بہت سی خصوصیات میں سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے نیچے سے جب جہاز گزرتے ہیں تو اس کو درمیان میں سے کھول دیا جاتا ہے اور دو تین منٹ کے لئے ٹریفک معطل ہوجاتی ہے ۔ لنڈن جانے والوں کے لئے اس پل میں کافی کشش ہے ۔ رات کو اس پر روشنیوں کا معقول انتظام ہوتا ہے ۔ یہاں سے میں انگلستان کا دارالعوام (پارلیمنٹ ہاؤس) دیکھنے کے لئے گیا ۔ یہ انتہائی قدیم خوبصورت طرز و تعمیر والی عمارت ہے اور تقریباً ساڑھے چھ ایکڑ رقبہ پر واقع ہے ۔ اور اس میں گیارسو کمرے ہیں ۔ اس کے بعض حصے دریائے ٹیمز کے ساتھ بھی لگتے ہیں ۔ اس کے ایک حصے میں سیاح بھی جاسکتے ہیں اس پارلیمنٹ میں بھی بڑے بڑے فیصلے ہوئے ہیں ۔ لنڈن کی تاریخی عمارات میں اس کا ایک منفرد مقام ہے ۔ شام کو میں بارکنگ میں اپنے رشتہ داروں کے ہاں چلا گیا ۔ دوسرے دن صبح یونیوسٹیز دیکھنے کا پروگرام بنا ۔ صبح سویرے (آکسفورڈ) یونیورسٹی کیلئے گھر سے نکلا ۔ " آکسفورڈ یونیورسٹی " جو کہ دنیا بھر میں اپنی ایک خاص اہمیت کا حامل ہے ۔ یہ بھی انگلستان کی تاریخی اور چوٹی کی علمی دانش گاہ ہے ۔ " آکسفورڈ " پورے شہر کا نام ہے ۔ جس میں سینکڑوں کالجز اور سکولز ہیں ۔ بڑے بڑے ہاسٹلز ہیں ، اور دنیائے جہاں سے لوگ اس شہر " علمستان " میں اپنے پیاس بجھانے کے لئے آتے ہیں ۔ یہاں کی سب سے قدیم دانش گاہ یونیورسٹی کالج ہے جو ۱۲۴۹ء میں قائم ہوا تھا ۔ اور بھی مشہور تاریخی کالج ہیں جیسے " کرائسٹ چرچ " اور " میگیڈیلن " وغیرہ اہم ہیں ۔ الغرض آکسفورڈ سٹی دانش گاہوں ، علمی مراکز ، سائنسی ، اور عصری علوم وفنون کالجوں اور سکولوں کا مرکب شہر ہے ۔ لنڈن میں بھی بڑی یونیورسٹی ہے جس میں ہزاروں لڑکے اور لڑکیاں پڑھتی ہیں ۔ اور یہ ۱۸۳۶ء سے قائم ہے ۔ انگلستان کی ایک اور شہرہ آفاق بڑی یونیورسٹی " کیمبرج " ہے ۔ جو سات سو برس پرانی ہے ۔ اور اس یونیورسٹی سے بڑی بڑی شخصیات نکلی ہیں ۔ ایک سیاح کے لئے کسی بھی شہر اور کسی بھی ملک کے جغرافیائی حالات ، رہن سہن ، تہذیب وتمدن ، عادت واطوار ، اخلاق ، نظریات معلوم کرنے ہوں تو اس کے لئے پیدل چل کر اس ملک کے صحیح حالات معلوم ہوسکتے ہیں ۔ میرے خیال میں کسی سیاح کیلئے بہت زیادہ سواری کا انتظام کرنا فضول ہے ۔ میں نے دوران سفر اکثر بڑے بڑے شہروں میں میلوں پیدل سفر کیا ہے ۔ اور اس سے مجھے بہت فائدہ حاصل ہوا ہے ۔ اپنی اس طویل " راہ نوردی " پر کبھی کبھی خود بھی تعجب ہوتا ہے کہ کس طرح اتنا پیدل چلا ہوں ؟ بہرحال ایسا بھی ہوا ہے کہ چلتے چلتے پاؤں میں آبلے پڑ گئے تھے ۔ یہاں تک کہ بوٹ چھوڑ کر چپلوں میں پھیرا ہوں ۔ خصوصاً ہیگ اور اسکندریہ اور لنڈن میں تو بہت برا حال ہوا ۔ لیکن کسی نہ کسی طرح

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"تکمیل آرزو" کی خاطر چلتا رہا۔

آبلے کہتے ہیں ٹھہرو، شوق کہتا ہے بڑھو
محو حیرت ہوں شریک کارواں کیونکر رہوں

یورپ میں دریوزہ گری کا انوکھا انداز:۔

یورپ کے اکثر پبلک مقامات، ریلوے اسٹیشن اور دیگر اہم جگہوں پر میں نے لوگوں کو بھیک مانگتے دیکھا۔ موجودہ یورپ جو کہ ہمارے زمانہ میں "خوشحال" اور "امیرترین" سمجھا جاتا ہے اور جو صنعتی ترقی اور سرمایہ داری کی بدولت آج دنیا میں خود کو "مہذب" اور "ترقی یافتہ" سمجھتا ہے اور باقی دنیا کو اچھوت اور ہیچ سمجھتا ہے۔ اور اپنی مالداری کے غرور میں مست ہے۔ لیکن اس نے اپنے اوپر جو تہذیب اور دولت خوشحالی کی جو چادر اوڑھی ہوئی ہے اس میں غور سے دیکھنے والوں کو کہیں چھید اور سوراخ نظر آتے ہیں۔ یورپ کی اس "خوشنما" تصویر کا دوسرا رخ بھی ملاحظہ فرمائیے۔ یورپ بھر میں بھیک مانگنے پر سخت پابندی ہے۔ لیکن اس کے باوجود عیر سے وہاں پر بھکاریوں کی کمی نہیں ملتی۔ ہر انڈر گراؤنڈ کے پلیٹ فارم میں آپ کو بھکاریوں کے جھتے دیکھنے کے لئے آئینگے اور یہ اپنی منحوس اور بے سر آوازوں میں گیت! الاپتے چیختے چلاتے، شور مچاتے نظر آئینگے۔ اور اپنے سر کے ہیٹ لوگوں کے قدموں میں رکھے ہوئے ہوتے ہیں۔ آنے جانے والے ان میں ایک آدھا سا سکہ پھینک جاتے ہیں۔ ان کے علاوہ (آکسفورڈ سٹریٹ) میں تو کئی جگہوں پر لوگ اپنے چہروں پر مختلف ماسک چڑھا کر اور اچھل کود کر مضحکہ خیز انداز میں بھیک مانگتے ہیں۔ کوئی طرح طرح کی مشقتیں برداشت کر کے لوگ بھیک مانگتے ہیں۔ میں نے بلجیم کے دارالحکومت (برسلز) میں جہاں پر (یورپین کمیونٹی) کا پارلیمنٹ ہاؤس بھی ہے۔ وہاں پر بازار میں ایک چھ سالہ بچی کو بھیک مانگتے دیکھا۔ جس کے معصوم ننھے منھے ہاتھ (وائلن) بجاتے بجاتے تھک گئے تھے اور اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ میں نے اس کے کاسۂ گدائی (گلاس) میں یورپ کی ساری خوشحالی، مادی و صنعتی ترقی کو دیکھا... یہ ہے بیسویں صدی کے اختتام پر اکیسوی صدی میں داخل ہونے والا "خوشحال" یورپ۔ اس چھوٹی بچی کا بھیک طلب کرنا ایک ایسا سوال ہے جس کا مجھے آج تک کوئی مغرب زدہ مشرقی اور مغربی دانشور جواب نہ دے سکا۔ اس بچی کی دریوزہ گری یورپ کے سارے فلاحی اداروں کا منہ چڑا رہی تھی ....۔

مادم تساؤ کا مومی میوزیم:۔

لنڈن جانے سے پہلے میں نے (مادم تساؤ) میوزیم کے بارے میں بہت کچھ سنا تھا۔ اس کو میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نے پہلی مرتبہ ۱۹۹۳ء میں دیکھا ۔ لیکن اس دفعہ دوبارہ دیکھنے کا موقع نہ مل سکا ۔ یہ (بیکر اسٹریٹ) پر بڑا تاریخی میوزیم ہے ۔ یہ دوسو سال پرانا میوزیم ہے ۔ اس کی بنا میں مادم تساؤ (میری گورشلز) نے بہت اہم کردار ادا کیا ہے ۔ یہ سوئٹزرلینڈ کی رہنے والی تھی ۔ اور اس نے ڈاکٹر " فلپ کرٹیس " سے مومی مجسمے بنانا سیکھے ۔ بعد میں اس کی فرانس کی شاہی خاندان سے وابستگی ہوئی ۔ "موسیو تساؤ" سے شادی کرلی ۔ اور پھر یہ " نپولین " کے بعد لنڈن منتقل ہوئی ۔ اور اس مومی میوزیم کی بنیاد ڈالی ۔ یہ میوزیم کئی حصوں پر مشتمل ہے ۔ ایک حصے میں بین الاقوامی شہرت رکھنے والے شخصیات کی موم سے بنی ہوئی پتلیاں تھیں ، ان میں انگلستان کے بادشاہ ، امریکہ کے صدور ، کلنٹن ، جارج برش ، ریگن ابرہام لنکن دیگر شخصیات ، ماوزے تنگ ، رضاشاہ پہلوی ، مہاتما گاندھی ، جمال عبدالناصر ، سٹالین ، لینن وغیرہ اہم تھے ۔ اور برطانوی لیڈروں کے بت بھی تھے ۔ چرچل ، مارگریٹ تھیچر ، جان میجر وغیرہ وغیرہ ۔ ایک طرف رائل فیملی کے ممبر ملکہ کے ساتھ کھڑے تھے ۔ برصغیر کی اہم شخصیات میں مہاتما گاندھی ، جواہر لعل نہرو ، اندھراگاندھی کے مجسمے تھے ۔ انگریزوں کا تعصب دیکھئے ان کو مولانا ابوالکلام آزادؒ جیسی تحریک آزادی کی عظیم شخصیت نظر نہیں آئی ۔ اور نہ ہی حضرت علامہ اقبال اس کے اہل تھے ؟ ۔ دوسرے حصے میں شاعروں ، ادیبوں ، فنکاروں ، مصوروں کے بت کھڑے تھے ۔ اوراس کے نچلے حصے میں مختلف مجرموں کے سر رکھے ہوئے تھے اور پرانے زمانہ کے ہتھیار بھی یہاں پر سجائے گئے تھے جن سے مجرموں کو مختلف سزائیں دی جاتی تھیں ۔ میوزیم کے اوپر حصے میں ایک بہت بڑا گول نما ہال ہے ۔ جس کی چھت آسمان کی طرز پر بنائی گئی ہے ۔ اس ہال میں سیاحوں کو فلکیات اور چاند ستاروں اور سیاروں کے بارے میں معلوماتی فلمیں دکھائی جاتی ہیں ۔ اور پھر یہ چھت دھیرے دھیرے آسمان کی شکل اختیار کرلیتی ہے ۔ اور انسان کو یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے کہ وہ خلاء میں پہنچ گیا ہو ۔ اس مومی میوزیم میں جب انسان پھرتا ہے تو وہ حیرت کے مارے بالکل گم صم ہوجاتا ہے ۔ صدیوں پرانی مشہورومعروف شخصیات کے درمیان خود کو کھڑا دیکھ کر گویا انسان صدیوں پرانی والی زندگی میں پہنچ جاتا ہے ۔

ع ذرا عمرِ رفتہ کو آواز دینا

اس " کوئے بتاں " کی " سیربینی " و " آوارہ گردی " کرنے کے بعد اب میں وہی اپنے پرانے " نشیمن " کی طرف روانہ ہوا ۔ چند روز میں لنڈن میں رہا ، پھر اس کے بعد میں لیڈز سٹی بذریعہ بس پہونچا ۔ وکٹوریہ اسٹیشن کے ساتھ ہی نیشنل کوچ سے میں ساڑھے چار گھنٹوں میں لیڈز

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پہنچ گیا ۔ اور یہاں پر احمد صاحب کے ساتھ چند روز رہا ۔ اس دروان لیڈز کے ساتھ مختلف اسلامک سنٹرز دیکھے اور کئی لوگوں سے ملاقاتیں ہوئیں ۔ لیڈز ایک خوبصورت صاف ستھرا شہر ہے ۔ اور اس میں بین الاقوامی یونیورسٹی بھی ہے ۔ جو کہ سنہ ۱۹۰۴ء سے قائم ہے ۔ یہاں پر ایک بڑا مشہور کرکٹ گراؤنڈ بھی ہے جہاں پر بین الاقوامی میچ کھیلے جاتے ہیں ۔ لیڈز سٹی سے میں مختلف شہروں میں بھی گیا ۔ اور پاکستانی اور دیگر شخصیات سے ملاقاتیں ہوئیں ۔ بریڈ فورڈ جیسے چھوٹا پاکستان کہا جاتا ہے اس بار صرف تھوڑی دیر کے لئے جانا ہوا ۔ حالانکہ پچھلی بار اس شہر میں سولہ دن رہا تھا ۔ یہاں پر اکثریت ایشین باشندوں کی ہے ۔ سکھ بہت زیادہ ہیں ۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ہندو بھی کافی زیادہ ہیں ۔ انگریزوں کے اس شہر میں آپ کو انگریز "اجنبی" اور "غیر ملکی" نظر آئینگے ۔ ایسی حوالہ سے ایک دلچسپ لطیفہ مشہور ہے ۔ لنڈن میں (ساوتھ ہال) کے علاقے میں ایشین باشندوں کی عظیم اکثریت رہتی ہے ۔ ایک دفعہ ایک گورے نے کسی کے گھر میں بیل دی کہ جناب مائیکل یہاں رہتے ہے ؟ تو جواب میں سردار صاحب نے کہا ! کہ سوری یہاں پر اس علاقے میں کوئی غیر ملکی نہیں رہتا ..... ۔ یہاں پر آپ کو ہر طرف اردو میں لکھے ہوئے سائن بورڈ نظر آئینگے ۔ اور ہر طرف ایشین ہی ایشین باشندے نظر آئینگے ۔ بریڈ فورڈ کا تقریباً آدھا شہر مختلف پہاڑیوں پر پھیلا ہوا ہے ۔ یہاں کی لائبریری دیکھنے کے قابل ہے ۔ اور اردو کی کافی کتابیں یہاں مل جاتی ہیں ۔ اس شہر میں مختلف اسلامک سنٹرز بھی ہیں ۔ بریڈفورڈ سے ذرا فاصلے پر انگلینڈ کا ایک اور خوبصورت شہر شفیلڈ ہے ۔ یہ انگلینڈ کا بڑا شہر ہے ۔ اور یہاں پر بھی ایشین کافی ہیں ۔ شفیلڈ شہر میں یورپ کا سب سے بڑا اور عظیم شاپنگ سنٹر ہے ۔ جس کو تفصیلی دیکھنے کے لئے کم ازکم پانچ دس دن چاہئیں ۔ اس شاپنگ سنٹر میں میں تقریباً چار دفعہ گیا ہوں ۔ اور تقریباً ہر بار راستہ بھولا ہوں ۔ اس شاپنگ سنٹر میں انگریزوں نے جدید سہولیات کا " اسراف " کیا ہے ۔ اور واقعی ہر لحاظ سے یہ پورے یورپ کے شاپنگ سنٹروں پہ بھاری ہے ۔ اس کے علاوہ لیڈز سٹی سے میں (بر منگھم) بھی گیا اور اس کے ساتھ ساتھ مانچسٹر میں بھی گھوما ، اسکے علاوہ (سکنتوپ) اور (ڈربی) بھی گیا ۔ جہاں پر انگلستان کی سب سے بڑی اور عظیم تفریح گاہ (الٹن ٹاور) واقع ہے ۔ اس پارک میں بچوں کے لئے ایک بڑا پلے لینڈ ہے ۔ جس میں ہزاروں جھولے اور قسم قسم کے برقی جھولے لگے ہوئے ہیں ۔ اس پارک میں آبشاریں ، ندیاں اور خوبصورت جھیلیں بھی بنائی گئی ہیں ۔ اس میں بڑے بڑے ہال اور معلوماتی سنٹرز بھی بنے ہوئے ہیں ۔ جس میں دنیاجہان کی سائنسی عجوبات اور کارناموں کی نمائش ہوتی ہے ۔ اس پارک میں ایک بہت بڑا ہال ہے جہاں پر ہر کوئی نہیں جاسکتا ۔ اس میں طرح طرح کے ڈراونے مناظر ہیں اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مصنوعی ڈھانچے ، جنگلی جانور اور مختلف سحرانگیز اشیاء موجود ہیں ۔ اس میں جانے کے لئے بڑے دل گردے کی ضرورت ہوتی ہے ۔ بچے اس میں نہیں جاسکتے ۔ اور اکثر بڑے بھی نہیں جاتے ۔ میں نے اس جگہ پر " حاضری " دینے کو ضروری جانا۔ تاکہ کوئی چیز تشنہ نہ رہے ۔ یہاں پر پہاڑیاں بھی ہیں جن پر لفٹیں لگی ہوتی ہیں جس کے ذریعے سے آپ اوپر سے اس میلوں پھیلے ہوئے اس رنگارنگ شہر کا خوشنما نظارہ کرسکتے ہیں ۔ اسکے علاوہ اور دیگر متعدد شہروں کا "طواف " بھی ہوا ۔ جن کے نام میں بھول گیا ہوں ۔ اس کے علاوہ (ویلز) کے صدر مقام (کارڈیف) شہر میں بھی چند روز پچھلی بار رہا ۔ یہ ایک انگلینڈ کا ٹاپ ترین خوبصورت شہر ہے ۔ جو کہ سمندر کے سنگم پر واقع ہے ۔ لنڈن سے جاتے ہوئے پانچ چھ گھنٹوں کا راستہ ہے ۔ راستے میں خوبصورت وادیاں ، پہاڑ ، دریا وغیرہ آتے ہیں ۔ (کارڈیف) ایک خاموش اور پرسکون شہر ہے ۔ اس کو آپ ہالینڈ کے (ہیگ) سٹی پر قیاس کرسکتے ہیں ۔ کارڈیف میں ہمارے محترم بزرگ حضرت مولانا قاری محمد امین صاحب مدظلہ مہتمم جامعہ عثمانیہ (راولپنڈی) کے صاحبزادے نے میری بہت مہمان نوازی کی ۔ اور کافی خیال رکھا ۔ افسوس اس مرتبہ لیڈز جانے کا پروگرام وقت کی کمی کی باعث نہ بن سکا ۔ اور کئی دوست واحباب سے ملاقات نہ ہوسکی ۔

برٹش میوزیم :-

لنڈن شہر کا سب سے تاریخی اور قابل دید مقام برٹش میوزیم ہے ۔ جس کی دیکھنے کی تمنا میرے دل میں برسوں سے تھی ۔ اور پھر اس کے ساتھ یہاں کی لائبریری دیکھنے کی خواہش بھی تھی ۔ گذشتہ دورہ میں یہ میوزیم دیکھنے سے میں قاصر رہا ۔ اس بار پہلی ہی فرصت میں یہاں پر جا پہنچا ۔ اگرچہ ہمارے ایک دوست نے کہا کہ کس فضول اور بور جگہ آپ چلے آئے ہیں ۔ لیکن میں ان نے کو کیا کہتا اور کیا سمجھاتا کہ اس میوزیم اور اس لائبریری کی قدروقیمت ایک تاریخ کے طالب علم کے لئے کیا اہمیت اور حیثیت رکھتی ہے ؟ برٹش میوزیم دینا کا بہت بڑا تاریخی عجائب گھر ہے ۔ اس کو دیکھ کر گویا آپ نے پوری دنیا کی تاریخ ، تہذیب وتمدن دیکھ لی ہے ۔ اور پھر آپ ہزاروں کتابوں کی ورق گردانی سے نجات حاصل کرسکتے ہیں ۔ یہ میوزیم ڈھائی تین سو برس لگاتار محنت اور انگریزوں کے زیر قبضہ ملکوں سے قیمتی اور تاریخی اشیاء چھین کر سجایا گیا ہے ۔ اور پھر کئی مالدار اور قومی جذبہ سے سرشار لوگوں نے یہاں پر اپنی قیمتی اشیاء اور اپنے چھوٹے چھوٹے عجائب گھر تحفے کے طور پر خود جمع کرائے ۔ اس میوزیم میں ایک بڑا کتب خانہ بھی ہے ۔ جس میں ہزاروں کتابیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

محفوظ ہیں ۔ یہ میوزیم ۱۷۵۹ء میں پہلی مرتبہ کھولا گیا ہے ۔ ابتداء میں یہاں پر کتابیں اور قلمی مخطوطات رکھی گئی تھیں ۔ انگلستان کے شاہ جارج چہارم نے اپنے والد جارج سوم کی لائبریری اس میوزیم کے لئے وقف کی ۔ اسی طرح ۱۸۲۰ء میں (سرجوزف میکس) نے اپنا ذاتی کتب خانہ اور نباتات کے نمونے اس میوزیم کے لئے وقف کردیئے ۔ اسی طرح (ھالین) کے قلمی نسخوں اور (کوٹونیٹین) کے کتب خانے کو شامل کرکے اس میوزیم کو مزین کیا گیا ۔ اس طرح اس عظیم لائبریری میں ہزاروں کتابیں موجود ہیں ۔ یہاں پر اسلامی کتب کا ایک عظیم ذخیرہ پڑا ہوا ہے ۔ اور بہت قدیم اور نادر مخطوطات اور کتابیں پوری دنیا سے جمع کی گئی ہیں یہاں پر مصری تہذیب وثقافت کے بہت زیادہ نمونے رکھے ہوئے ہیں ۔ جس میں فراعنہ دور کی تصویریں اور آرٹ کے فن پارے شامل ہیں ۔ اسکے ساتھ ساتھ یہاں پر فراعنہ مصر کی ممیاں اور ان کے خوبصورت تصویروں والے تابوت بطور خاص آئٹم کے یہاں پر رکھے گئے ہیں ۔ مصری فراعنہ کی حنوط شدہ ممّیاں جو ہزاروں سال سے اسی حالت میں محفوظ ہیں ۔ انکو خصوصی مصالحوں اور مرکبات کے ذریعے خصوصی پٹیوں میں لپیٹا جاتا تھا ۔ اور پھر ان کو سونے کے تابوت میں محفوظ کرکے ایک بڑے تابوت میں رکھا جاتا ۔ اس بڑے تابوت پر اس مرے ہوئے شخص کی تصویر بنائی جاتی ۔ اس کے کئی نمونے یہاں پر محفوظ ہیں ۔ عبرت کی بات ہے کل کے شہنشاہ اور طاقتور افراد آج عبرت کی تصویریں بنے ہوئے ہیں ۔ اور یہاں پر ایک آدمی کی نعش ہے جو کہ شیشہ کے بکس میں محفوظ ہے اور ہزاروں سال پرانی ہے ، یہ بالکل ننگی پڑی ہوئی ہے ۔ اس کے ساتھ کچھ اس دور کا سامان وغیرہ بھی پڑا ہوا ہے ۔ اس کو دیکھ کر کئی لوگوں کی چیخیں نکل رہی تھیں ۔ (کل من علیھا فان) کی حقیقی تصویر سب کے سامنے تھی ـــ ۔ میوزیم کے ایک حصے میں اسلامی تہذیب وثقافت کا ایک الگ شعبہ ہے ۔ جسمیں مسلمانوں کی خوبصورت اور قیمتی نوادرات محفوظ ہیں ۔ اس کے علاوہ اس دور کے حربی سازو بسامان بھی یہاں ہیں ۔ مثلاً کئی شہنشاؤں کی تلواریں ، نیزے ، ڈھال اور قیمتی خنجر محفوظ ہیں ۔ خصوصاً ٹیپو سلطانؒ کی تلوار قابل ذکر ہے ۔ اس کے علاوہ (بہادر) گورے جہانگیرؒ کے مقبرے کی تختی بھی دیگر مال ومتاع سمیت ساتھ یہاں لائے ہیں ۔ اس میوزیم کے مختلف حصے ہیں خصوصاً لائف گیلری ، ارتھ گیلری اور نیچرل ہسٹری گیلری قابل دید ہیں ۔ کتاب رفتہ (ماضی) کی ورق گردانی کے بعد اب میں سامنے بنے ہوئے سبزہ زار میں چند لمحے دم لینے بیٹھ گیا ۔

ڈھونڈتا پھرتا ہوں کس کو کوہ کی وادی میں میں   شوق کس کا سبزہ زاروں میں پھراتا ہے مجھے ؟

(جاری ہے)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گذشتہ دنوں میاں محمد اجمل قادری صاحب حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ سے ملاقات کیلئے دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے۔ آپ ان کے ساتھ کچھ دیر "الحق" کے دفتر میں رہے۔ باتوں باتوں میں اخبارات میں کئی دنوں سے میاں صاحب کے حوالے سے اسرائیل کو تسلیم کرنے کے بارے میں جو کافی لے دے ہو رہی ہے یہ معاملہ زیر بحث آیا۔ چنانچہ مولانا سمیع الحق صاحب نے ان سے اس بارے میں استفسار کیا۔ تو انہوں نے مندرجہ ذیل وضاحتی بیان قلم بند کرایا۔ تاکہ اسلامی مدارس اور دینی حلقوں میں پیدا شدہ بے چینی اور شبہات ختم ہو جائیں۔ (ادارہ)

مولانا میاں محمد اجمل قادری کی وضاحت

عالمی انجمن خدام الدین کے امیر اور جمعیت علماء اسلام کے رہنما مولانا میاں محمد اجمل قادری کے نام سے منسوب گذشتہ دنوں اخبارات میں ایسے بیانات شائع ہوئے جن سے ابتداءً یہ تاثر پیدا ہوا کہ وہ اسرائیل کو تسلیم کرنے کا مطالبہ کر رہے ہیں، لیکن بعد کے جنگ کراچی اور دیگر جرائد میں ان کے جو انٹرویوز منظر عام پر آئے ان میں حضرت مولانا قادری نے کھلے الفاظ میں یہ بات کہی کہ بیت المقدس کی بازیابی کیلئے جہاد کیا جائے لیکن جہاد طالبان جیسی مذہبی قیادت کے بغیر ممکن ہی نہیں ہے جبکہ دوسری جانب سب سے پہلے مصر نے پھر یاسر عرفات اور اردن نے اسرائیل کو تسلیم کیا اور اب مسقط وغیرہ بھی اسی جانب جا رہے ہیں۔ ترکی اور اسرائیل کی ائر فورسز نے مشترکہ فضائی مشقیں کیں ہیں۔ ان حالات میں خطرہ ہے کہ کہیں ہماری حکومت بھی اسرائیل کو اچانک تسلیم کرنے کا اعلان نہ کر دے، ایسا ہوا تو ملک کی تمام دینی جماعتیں سراپا احتجاج بن جائیں گے۔ اسرائیل کو تسلیم کرنے کی بجائے بیت المقدس کی بازیابی کے لئے اگر جہاد ممکن نہیں ہے تو سفارتی سطح پر کوشش کی جائیں۔ مولانا اجمل قادری صاحب کا یہ بیان عقل ودانش کی بات ہے۔ ان بیانات سے اس غلط فہمی کے بادل چھٹ گئے ہیں جو ان سے منسوب نامکمل اور مبہم بیانات پہلے شائع ہونے سے پہلے پیدا ہوئے تھے مولانا قادری کا موقف ہے کہ تیس سال سے بیت المقدس یہود نا مسعود کے قبضہ میں ہے۔ امت مسلمہ اگر بیت المقدس کو جہاد کے ذریعہ آزاد نہیں کر سکتی تو کم از کم اقوام متحدہ امریکہ اور بین الاقوامی چوہدریوں کی ضمانت سے بیت المقدس کو ویٹیکن سٹی کے طرز پر آزاد خود مختار کھلا شہر قرار دلوائے جہاں مقامی مذہبی تناسب آبادی کے لحاظ سے مقامی انتظامیہ ہو۔ اسرائیل کو ہیکل سلیمانی اور یہودی بستیاں تعمیر کرنا ہمیشہ کے لئے روک دیا جائے۔

© rasailojaraid.com